مساجد - جیب عمر بن ہافنا

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،،،

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جو پروردگار ہے تمام جہانوں کا۔ درود وسلام ہو ہمارے آقا اور برگزیدہ نبی محمد ﷺ پر، حضرت آدم پر، حضرت ادریس پر، حضرت نوح پر، حضرت ہود پر، حضرت صالح پر، حضرت ابراہیم پر، حضرت موسیٰ پر، حضرت عیسیٰ پر، اور تمام نبیوں اور رسولوں پر، ان کی آل اور اصحاب پر اور قیامت تک ان کے پیروکاروں پر۔

مساجد کے بارے میں صحیح تصور اور مساجد کے کردار کے بارے میں کچھ توضیحات اس گفتگو میں پیش کی جائیں گی۔ مساجد پر دو پہلوؤں سے گفتگو کی جائے گی۔ شریعت اور اس وحی کے نقطۂ نظر سے جو وحی نبی کریم ﷺ پر نازل کی گئی اور معاشرے اور موجودہ زمانے میں مسجد کے کردار کے بارے میں۔ ہم اس کا ذکر اس اہتمام سے اس لیے کر رہے ہیں کہ ہم دیکھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کی مسجد کے حوالے سے نبی کریم، رسول اللہ ﷺ نے اپنی آفاقیت کے تناظر میں یہ بات پوری شرح و وضاحت کے ساتھ بیان کردی ہے کہ موجودہ حالت میں ہماری کیا ذمہ داریاں ہیں۔

مسجد نبوی تبلیغ رسالت کا ایک اعلیٰ ترین مرکز تھی۔ آپ ﷺ کی رسالت صرف قریش یا دوسرے عربوں تک محدود نہیں تھی۔ بلکہ اس کائنات کے خالق اللہ نے اپنی تمام ذمہ دار مخلوق کی طرف آپ ﷺ کو مبعوث فرمایا تھا۔ لہٰذا یہ مسجد ایسی تھی کہ اس سے ہر کوئی مستفید ہو سکتا تھا۔ جب ہم غور کریں تو ہم دیکھیں گے۔ کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی یہ مسجد حق تبارک وتعالیٰ کی رحمتوں کا عظیم الشان مرکز تھی۔ دلوں کی صفائی اور تربیت وتزکیہ کی ایک خانقاہ تھی۔ جہاں دلوں کو اطمینان کی دولت حاصل ہوتی تھی۔ نفس کو تہذیب واخلاق سکھانے کا ایک شاندار مدرسہ تھا جہاں نفوس کی آلائشوں کو اللہ کی معرفت کے انوارت سے دھویا جاتا تھا۔ احکامات شریعت اور ان کی تعلیم وتدریس کا ایک مکتب تھا۔ باہمی اختلافات کو رفع کرنے والی ایک اعلیٰ درجے کی عدالت تھی۔ اسلام کی حقیقت کا تعارف حاصل کرنے کے لیے ایک ایسا مرکز تھا کہ اس کے کردار کو بروئے کار لانے کی ضرورت تھی۔ اس مسجد میں مختلف ادیان ومذاہب سے تعلق رکھنے والے اور مختلف مقامات وممالک سے آنے والوں کا استقبال کیا جاتا تھا۔ یہ مسجد محتاجوں اور ضرورت مندوں کی پناہ گاہ تھی۔ اس مرکز میں حاجتمندوں، فقیروں، مریضوں کی امداد ومساعدت کی جاتی تھی

اس مسجد میں بیٹھ کر معاشرے مختلف امور کا انتظام وانصرام کیا جاتا تھا۔ یہیں سے خطوط ارسال کیے جاتے تھے۔ مختلف جہات میں وحی کی ترجمانی کرنے وفود بھیجے جاتے تھے۔ کیا عظیم الشان مسجد تھی مسجد نبوی۔

اگر آپ اس کی عمارت اور شکل وصورت پر غور کریں تو نہایت سادہ اور بظاہر معمولی لیکن عظمت کا عالم یہ کہ پوری انسانیت کو یہاں سے خیر تقسیم ہو رہی ہے۔ آیئے ذرا اس کے شواہد پر غور کریں۔

حضرت ابنِ عباس کے واسطے سے سید حسن کے ساتھ روایت نقل کرتے ہیں کہ "جب اللہ کسی کو خیر پہنچانا چاہتے ہیں تو اسے مسجد کا نگران بنا دیتے ہیں۔" پھر ہم اس مسجد کے بارے میں اور مسجد قبا کے بارے میں نازل ہونے والی اس آیت کے تناظر میں یہ بھی دیکھتے ہیں۔ کہ اللہ صرف مسجد کو قبول نہیں فرماتے۔ اور اس ارشادِ خداوندی میں کہ "مسجد اسس علی التقویٰ" (وہ مسجد کہ جس کی بنیاد پہلے

روز ہی سے تقویٰ پر رکھی گئی)۔اس بات کی تاکید ہے کہ مسجدیں کس طرح تعمیر کی جائیں اور کن مقاصد کے تحت کی جائیں؟

سو سب سے پہلی چیز یہ ہے کہ نیت درست ہو۔اس میں اخلاص ہو۔صرف اور صرف اللہ کی رضا و خوشنودی کے لیے ہو۔دوسری بات یہ ہے کہ مسجد بنانے، شہرت سے دور ہوں۔اپنے جذبے میں سچے اور مخلص ہوں۔اور تیسری بات یہ ہے کہ کچھ اصول و قواعد اور ضوابط ہوں جن کی بنیاد پر اس کام کی تعمیل ہو۔لہذا اللہ تعالیٰ نے اس مسجد کا ذکر کرنے سے پہلے جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی تھی، مسجد ضرار کا ذکر کیا۔اس مسجد کے بنانے میں کفار و مشرکین کی جو نیتیں تھیں ان کا ذکر کیا۔اور چونکہ اس مسجد کے مقاصد تعمیر کے اندر بگاڑ تھا۔اس لیے رسول اللہ ﷺ نے اسے مسمار کرنے کا حکم فرمایا۔لہذا کسی مسجد کے بارے میں یہ تصور بھی ممکن نہیں کہ اس میں بگاڑ، بدنیتی اور ضرر کی صفات پائی جائیں۔پھر اس کے بعد وہ اصول و قواعد بیان فرمائے جن کی دم سے وہ مسجد اللہ کے ہاں مقبول اور عظیم الشان بن جائے گی۔اور ان میں سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اوّل روز ہی سے اس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہو۔اور پھر ارشاد خداوندی ہے کہ ”اس میں ایسے افراد ہیں جو پاکیزگی کو پسند کرتے ہیں“ جو کہ پیغام رسالت کا سب سے بلند ترین مقصد ہے۔

رسول اللہ ﷺ اپنی مسجد میں مومنین کا استقبال فرمایا کرتے تھے۔اندرون ملک اور بیرون ملک سے آنے والے وفود کا استقبال فرمایا کرتے تھے۔جن میں یہود بھی تھے۔نصاریٰ بھی تھے اور مشرکین بھی تھے۔رسول اللہ ﷺ اس مسجد کے اندر تصورات و مفاہیم میں پائی جانے والی غلطیون کی تصحیح و اصلاح بھی فرمایا کرتے تھے۔مقصود یہ ہوتا کہ لوگوں میں شعور کو بیدار کیا جائے۔

روایات میں آتا ہے کہ ایک یہودی نبی کریم ﷺ سے قرض کا مطالبہ کرنے کے لیے آیا۔نبی کریم ﷺ اس کے مقروض تھے۔اس نے مسجد نبوی کے بیچ میں رسول ﷺ کی گردن میں چادر ڈال کر اس کو بل دینا شروع کیے اور اتنے بل دیئے کہ رسول اللہ ﷺ کی آنکھیں سرخ ہوگئیں۔اس بدترین حرکت کے ساتھ ساتھ وہ رسول اللہ ﷺ کو برا بھلا کہے جا رہا تھا، گالیاں بک رہا تھا۔اور صرف آپ کی ذات مبارک ہی کو نہیں، آپ ﷺ کے پورے قبیلے اور خاندان کو واہی تباہی بک رہا تھا۔کہنے لگا: اے محمد (ﷺ)، تم پر میرا جو قرضہ ہے وہ مجھے واپس کرو۔تم بنی ہاشم کے لوگ ہو ہی ایسے۔لوگوں کے حقوق کی ادائیگی میں ٹال مٹول کرتے رہتے ہو۔حالانکہ یہ بات خلافِ واقعہ اور خلاف حقیقت تھی۔

ادئیگی قرض کی مدت میں ابھی تین دن باقی تھے۔یہاں ہمیں یہ بات بھی جان لینی چاہیے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک یہودی سے کیوں قرض لیا۔حالانکہ مدینہ منورہ میں ایسے حضرات موجود تھے۔جو آپ پر اپنی جان نچھاور کر دیتے۔نبی کریم ﷺ کا طریقہ یہی تھا کہ آپ ﷺ صحابہ کرام سے کچھ لینے سے اجتناب برتا کرتے تھے انہیں امتحان اور تکلیف میں مبتلا نہیں فرمایا کرتے تھے۔اور ایک مقصد یہ تھا کہ صحابہ کو معاملات کے قواعد کی تعلیم ہو جائے۔معاملات کا ایک وسیع منظر ان کے سامنے آ جائے۔اس کی اس حرکت کو دیکھ کر سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمانے لگے۔اے اللہ کے رسول ﷺ مجھے اجازت دیجیے کہ میں اس گردن مار دوں۔یہ شخص اپنی حد سے تجاوز کر گیا۔اور اس نے اس طرح کا انداز اختیار کیا۔آپ ﷺ نے اس طریقے کی اصلاح و تصحیح فرما دی اور بتا دیا کہ ”نمونہ“ کیسا ہونا چاہیے؟ آپ نے فرمایا: اے عمر آپ کو مجھے بھی اور اس شخص کو بھی ایک دوسری بات کہنا چاہیے تھی۔آپ کو چاہیے تھا کہ مجھے کہتے کہ: اس

کی ادائیگی کر دیجیے۔ اور اسے کہتے کہ اچھے انداز میں مطالبہ کرو۔ لہذا اے عمر اب جائیے اس کی ادائیگی کر دیجیے اور اس کو اس حق سے بیس درہم زیادہ دیدیجیے۔ کیونکہ آپ نے اس کو ڈرایا دھمکایا ہے۔ چونکہ آپ نے اپنی گفتگو میں اس کو خوفزدہ کیا ہے اس کے بدلے میں اس کے قرضے سے زیادہ ادائیگی کیجیے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضرت ﷺ کے مطابق اس کو ادائیگی کر دی تو وہ یہودی کہنے لگا۔ اے عمر میں نے ایسا جان بوجھ کر آزمانے کے لیے ہے۔ کیونکہ میں نے تورات میں محمد ﷺ کی صفات کے بارے میں پڑھا ہے۔ میں نے دیکھا کہ تورات میں موجود ساری کی ساری صفات آپ میں پائی جاتی ہے سوائے دو صفات کے کہ ان کو میں نہ پرکھ سکا۔ ان میں سے ایک صفت ''حلم'' ہے اور جو شخص حلم کی صفت سے متصف ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ جتنا جاہلانہ برتاؤ کیا جائے اتنا ہی اس کے حلم میں اضافہ ہوتا ہے۔ اور آج میں نے اس چیز کو آزمالیا۔ سو اس سارے کے سارے مال کو میں اللہ کی راہ میں صدقہ کرتا ہوں اور اب میں اپنے اسلام کے اعلان و اظہار کے لیے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو رہا ہوں۔

مسجد نبوی کے صحن میں اس طرح کے واقعات پیش آیا کرتے تھے۔ جب ثمامہ بن اثال کو گرفتار کر کے مسجد نبوی میں لائے تو اس وقت وہ نبی کریم ﷺ اور مسلمانوں کے خلاف جنگ کی قیادت کر رہا تھا۔ جن صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اسے گرفتار کیا وہ اسے جانتے نہیں تھے۔ جب صحابہ کرام ﷺ اسے لے کر مسجد نبوی میں پہنچے تو نبی کریم ﷺ نے ان سے پوچھا۔ تمھیں پتہ ہے تم نے کس کو گرفتار کیا ہے۔؟ یہ ثمامہ بن اثال ہے۔ اپنی قوم کا سردار۔ اس کا تعلق حجاز میں ''   '' کی ایک شاخ بنو حنیفہ سے تھا وہ نبی کریم ﷺ کے خلاف لڑی جانے والی جنگ کا سپہ سالار تھا۔ جب صحابہ کرام کو اس بارے میں معلوم ہوا تو صحابہ نے اسے قتل کرنا چاہا۔ رسول اللہ ﷺ نے احکامات صادر فرمائے کہ اسے مسجد نبوی میں ٹھہراؤ اور اس کے ساتھ اکرام و تعظیم سے پیش آؤ۔ نبی کریم ﷺ نے اس کو اسلام کی دعوت دی لیکن اس نے انکار کر دیا۔ مسجد نبوی میں قیام کے دوران وہ گہرا مشاہدہ کرتا رہا۔ کہ مسجد میں کیا ہو رہا ہے۔ وہ دیکھا کرتا تھا کہ مسجد میں آنے والے حضرات کے دل کس طرح خوفِ خداوندی سے لرزاں و ترساں رہتے ہیں۔ وہ دیکھا کرتا تھا کہ مسجد میں آنے والوں کے دل نماز کی حالت میں اور نماز کے علاوہ بھی خوفِ خداوندی سے ایسے پگھلے جاتے ہیں کہ جس کی وجہ سے اشک آنکھوں سے نہیں تھمتے۔ وہ نبی کریم ﷺ کی قراءت سنتا اور قراءت کے دوران میں آپ کا خشوع و خضوع دیکھا کرتا پیچھے کھڑے صحابہ کی کیفیت بھی یہی ہوتی۔ ان ساری چیزوں نے اس کے دل پر اثر کیا اور اسے یقین ہو گیا۔ کہ یہی مذہب، مذہب حق و ھدایت ہے۔ اس کے ساتھ ہی اس کے دل میں کھٹک بھی تھی کہ اگر میں نے اس گرفتاری کی حالت میں اسلام قبول کر لیا تو لوگ کہیں گے۔ کہ میں نے ان کے ڈر سے اسلام قبول کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ دوسرے دن، تیسرے دن، ہر روز اسے اسلام کی دعوت دیتے رہے۔ لیکن اس نے اسلام قبول نہ کیا۔ تین دن کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''ثمامہ کو لے کر آؤ'' صحابہ کہنے لگے کہ ہم نے اسے مائل بہ اسلام کرنے کی بہت کوشش کی لیکن وہ بدستور اپنی حالت پر قائم ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اسے آزاد کر دو۔ جیسے ہی اسے رہائی ملی، وہ بقیع الغرور تک گیا وہاں وضو کیا اور رسول اللہ ﷺ کے پاس لوٹ آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ ﷺ ہاتھ بڑھائیے۔ ''اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہدان محمد رسول اللہ''

اور پھر وہ بہت اچھا مسلمان ثابت ہوا اور معاشرے کو اس سے بہت خیر پہنچی۔ اور ان بہترین مسلمانوں میں سے ایک تھا۔ جو بہترین فیصلہ کرتے ہیں اور پھر اپنے اردگرد کے لوگوں کو نفع پہنچاتے ہیں۔

اس جیسے واقعات ہمیشہ مسجد نبوی میں پیش آتے رہے۔ یہ ایسے واقعات تھے جن کا تعلق تصحیح، تصورات و مفاہیم سے تھا۔ اور جن کا تعلق آیات کی تفسیر سے تھا۔

آپ حضرات نے اپنی گفتگو میں دو اہم باتوں کو نظرانداز کیا ہے۔ پہلی بات یہ ہے کہ جو شخص فہم باطل میں مبتلا ہے وہ دین کے نام پر غلط کام کرے گا۔ خواہ دین اسلام ہو یا کوئی اور دین۔ وہ اپنے غلط فہم دین کی وجہ سے ایسے کام کرے گا۔ جس سے دوسروں کو نقصان پہنچے۔ اس کے مفاہیم و تصورات کی درستگی کے لیے مسجد میں کسی ایسے شخص کا وجود نہایت ضروری ہے۔ مسجد اس کے علاج میں نہایت اہم کردار ادا کرسکتی ہے۔ لیکن اس سے گہرا علاج یہ ہے کہ ہم یہ دیکھیں کہ:

یہ افکار کس طرح پھیلائے جا رہے ہیں؟ یہ افکار جنم کہاں سے لے رہے ہیں۔؟ لوگوں کے عقول و اذہان میں کس طرح سرایت کر رہے ہیں؟ کہاں سے پھیلائے جا رہے ہیں اور لوگوں کے ذہنوں میں کس طرح داخل کیے جا رہے ہیں؟ لہٰذا اپنے جوانوں سے ملاقات کے وقت دو چیزوں کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے تاکہ وہ عبارات جن کو سمجھنے میں انہوں نے غلطی کی ہے۔ ان کو واضح کیا جاسکے۔ اور یہ کہ ایسا کیسے کیا جاسکتا ہے۔ کس طرح ہم ایک برائی کو اس کے اپنے ہی مرکز میں پہنچنے سے پہلے جڑ سے اکھاڑ سکتے ہیں۔ یہ غلط مفاہیم و خیالات خودبخود لوگوں تک نہیں پھیل سکتے۔ جب تک کہ ان کے پیچھے کام کرنے والے مخفی ہاتھ نہ ہوں۔ ایسے اذہان نہ ہوں جو ان خیالات کو سوچ رہے ہیں ان کو سہارا دے رہے ہیں۔ اس کے لیے ہمیں پوری سنجیدگی کے ساتھ غور و فکر کرنے کی ضرورت ہے ان عبارات کے معانی کس کس طرح بیان کریں؟ مسجدوں کے ذریعے کس طرح فہم صحیح کو استوار کریں؟ مسجدوں کے علاوہ بھی کچھ مقامات ہیں جن کا تعلق مسجدوں کے ساتھ ہے۔ وہ مقامات جو مسجدوں کے ساتھ متعلق ہیں۔ جیسا کی جناب ڈاکٹر عبدالحکیم اور دوسرے حضرات نے بیان کیا ہے۔ خانقاہیں ہیں یا مدارس ہیں یا اجتماع گاہیں وغیرہ ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ حالانکہ اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ ان ساری کی ساری چیزوں کا تعلق مسجد سے ہے بلکہ میں یہ کہتا ہوں کہ ہمیں اس بات کو سمجھ لینا چاہیے کہ پوری کی پوری زمین مسجد سے متعلق ہے۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ صاحب مسجد نبوی علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا ارشاد ہے کہ "میرے لیے پوری کی پوری زمین مسجد بنادی گئی" اگر اس کا معنی یہ لیا جائے کہ زمین کے ہر حصے میں نماز پڑھنا درست ہے۔ تو یہ معنی مراد لینا بھی درست ہوگا۔ کہ جو مقاصد جو مسجد سے حاصل کیے جاتے ہیں۔ انہیں زمین کے کسی بھی حصے سے حاصل کیا جاسکتا ہے۔ اور اس سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا مسجد صرف مقامِ عبادت ہے؟ یا صرف خیراتی ادارے قائم کرنا ہی عبادت ہے۔ عبادت کا مفہوم مسلمانوں کے ہاں اس سے زیادہ وسیع ہے۔ کسی جاندار، خواہ اس کا تعلق حیوانات ہی سے کیوں نہ ہو، مدد کرنا عبادت ہے۔ جس شخص سے تمہیں تکلیف پہنچی ہو، اس کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا سب سے بڑی عبادت ہے۔ اس سے ہمیں معلوم ہوا کہ ان عبارات کو صحیح صحیح بیان کرنا جن کو سمجھنے میں غلطی کا احتمال ہے نہایت اہم ہے۔

دوسری بات جس کا سمجھنا ہمیں ضروری ہے وہ یہ کہ ہم اپنی مسجدوں میں کیا ماحول پیدا کریں کہ جس سے ہماری روٹین اور

ہمارے قلوب متاثر ہوں۔ جب بھی ہم اپنی مسجدوں میں داخل ہوں، ہمارا ایمان بڑھے۔ شاید کچھ مسجدیں ایسی ہوں جن کی بنیاد تو خشیت خداوندی پر رکھی گئی ہو لیکن اب وہاں خشیت ناپید ہے۔ جبکہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں ہر رات مسجد میں اللہ سے ڈرنے والے موجود رہتے تھے۔ وہاں سے لوگ اخلاق اور حسن معاملہ کا درس لے کر آتے تھے۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں۔ نماز پڑھاتے وقت میرا جی چاہتا ہے کہ نماز کو لمبا کروں، لیکن جب مجھے اپنے پیچھے کسی بچے کے رونے کی آواز سنائی دیتی ہے تو میں ڈر سے نماز مختصر کر دیتا ہوں کہ کہیں اس بچے کی ماں پر گراں نہ گزرے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ماں، باپ اور بیٹا سب کے سب ایک ساتھ مسجد میں آتے تھے جس سے قرب و محبت میں اضافہ ہوتا ہے۔ یہ ہماری شریعت کا حسن ہے۔ شریعت نے اخلاق و معاملات کے ایسے نمونے پیش کیے ہیں جن سے اللہ کے بندے مستفید ہوتے ہیں۔ لہذا ہمیں مساجد کے معاملات کو درست کرنا چاہیے۔ تاکہ مساجد کی عظمت و رفعت میں اضافہ ہو۔ ہمیں اپنے جوانوں اور مساجد کے درمیان کی خلیج کو پاٹنا چاہیے۔

جب ہمیں معلوم ہو جائے کہ کوئی شخص کسی خاص مسلک و مذہب کا پیرو ہے تو ہمیں اس کے مطابق اس کے ساتھ سلوک کرنا چاہیے۔ یہ بات کسی طور بھی جائز نہیں کہ ہم مسجدوں کو محدود و مقید کر کے رکھ دیں، مسجد کو اپنے اس کردار سے روک دیں جو سب کے لیے ہے۔

ایک دفعہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مبارک کے قریب نماز پڑھی۔ اور آپ نے فجر کی نماز میں بسم اللہ اور دعائے قنوت کو مخفی پڑھا۔ آپ سے پوچھا گیا کہ کیا ان دونوں مسئلوں کے بارے میں آپ کا اجتہاد بدل گیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ نہیں۔ میں نے ان امام صاحب کے ادب میں ایسا کیا ہے۔ کیونکہ ان کا اجتہاد اور انکی رائے یہ تھی۔

یہ تھا قرون اولیٰ من مذاہب صحیحہ کا مفہوم، اور مسجد نبوی ﷺ کے بارے میں ہم ایسا ہی دیکھتے ہیں۔ آپ ﷺ کی حیات مبارکہ میں بھی اور آپ ﷺ کے بعد بھی تابعین اور تبع تابعین میں سے کوئی آتا تو دیکھتا کہ مسجد میں مختلف اہل اجتہاد کے حلقے قائم ہیں۔ ان حلقوں میں لوگ اس طرح وقار اور سکون کے ساتھ بیٹھے ہوتے تھے۔ کہ گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں۔ جب امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیث کا درس دینے کے لیے منبر پر جلوہ افروز ہوتے تو آپ پر چھائے خشوع و خضوع کو دیکھ کر حاضرین پر خشیت طاری ہو جاتی۔ آپ سند کا تذکرہ کرتے ہوئے بیان فرماتے کہ ان صاحب مزار سے روایت ہے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اہل صفہ بھی مسجد نبوی میں فروکش تھے۔ نبی کریم ﷺ نے ان درویشوں کے لیے ایک مقام متعین فرما دیا تھا۔ یہ حضرات وہاں قیام کرتے اسباق و دروس کے اوقات میں وہاں سے نکلتے یا جہاد فی سبیل اللہ میں جانا ہوتا تو نکلتے۔ اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ معاشرے کے مریضوں اور حاجت مندوں کو ٹھکانہ مہیا کرنے میں بھی مسجد کا بہت اہم کردار ہے۔

یہ مسجد نبوی کے بارے میں کچھ اشارات ہیں۔ کوئی شک نہیں کہ ان میں ہمارے لیے واضح راہنمائی موجود ہے۔ کہ ہم مساجد کے بارے میں کیا اسلوب اختیار کریں۔

آخر میں میں دعا گو ہوں کہ اللہ ہمارے بھائیوں، ائمہ مساجد اور مساجد کی سرپرستی کرنے والے حضرات کو برکت عطا فرمائے

اوران حضرات کو بھی جنہوں نے یہ اجتماع منعقد کرنے کی کوشش کی۔ اللہ انہیں جزائے خیر عطا فرمئے اور انہیں اوران کے گھر والوں کو مزید توفیق عطا فرمائے۔ اور میں شکر گزار ہوں اس ڈیپارٹمنٹ کا جس نے اس خیال کو خوش آمدید کہا اور اس میں امداد و تعاون کیا۔ ایسے کاموں میں سب کو تعاون کرنا چاہیے۔

وباللہ التوفیق